پاکستان اور اقبال کا مطلوب
نظریاتی معاشرہ

ڈاکٹر محمد معروف

علامہ اقبالؒ کے ذہن میں ایک واضح جمہوری معاشرے کا تصور تھا لیکن آپ مغربی طرز جمہوریت کے قائل نہیں تھے کیونکہ اس کی اساس مساوات، عدل اور اخوت پر نہیں ہے۔ مغرب نے اس نظام کو قوموں کو غلام سے غلام تر بنانے کیلئے استعمال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کار شو

درحقیقت مغرب جمہوریت کے نام سے ناواقف تھا، کانٹ، نطشے، ہیگل، کارلائل جیسے عظیم فلسفی جمہوریت کے خلاف تھے، یورپ میں اس تصور کا بانی جان لاک تھا، جس کا تعلق سترہویں صدی سے تھا۔ اس کے برعکس اسلام میں جمہوریت اور جمہوری معاشرے کا تصور چودہ صدیاں پرانا ہے قرآن مجید نے مساوات کی ضرورت اور اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ میں :

و شاورھم فی الامر۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ

(آل عمران : ۱۵۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول منتخب ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا :

> That the hurried election of Abu Baker, though very happy in its consequences and justified by the need of the time, should not form a precedent in Islam; For, as he is reported to have said (D ozy, I, p.121 an election which is only a partial expression of the people's will is null and void.
>
> Political thought in Islam -- Iqbal

اس ضمن میں علامہ مشہور حدیث نبوی کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کے مطابق

"What the Muslim Community considers good, God also considers good." (ibid)

اس کے علاوہ ہمیں جمہوریت اور مساوات کا سب سے واضح سبق خطبہ حجتہ الوداع میں ملتا ہے۔ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"چنانچہ (اس آیت کی روشنی میں) نہ کسی عرب کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے۔ نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر۔ نہ کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے۔ ہاں بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔

اس سے بڑا جمہوریت اور مساوات کا سبق دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ جہاں تک اسلامی جمہوریت کا تعلق ہے۔ علامہ نے آر۔ اے۔ نکلسن کو ایک خط میں لکھا :

"The democracy of Islam did not grown out of the extension of economic opportunity ; it is a spiritual principle based on the assumption that every human being is a centre of latent power, the possibilities of which can be developed by cultivating a certain type of character."

اسرار خودی : دیباچہ

اسلامی جمہوریت کی اساس کسی دولت کی توسیع پر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی اساس اسلام کے تصور "توحید" پر ہے۔ علامہ اپنے مشہور خطبات Reconstruction of Religious thought in Islam میں لکھتے ہیں :

"Islam as a liberal, is only a practical means of making this principle (of Tawhid) a living factor in the intellectual and emotional life of mankind. It demands loyality to God, and not to thereos"(p.147)

اس کے علاوہ اسلامی جمہوری نظام میں برادری سسٹم کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ علامہ کہتے ہیں :

"As an emotional system of unification it recognizes the worth of the individual as such, and rejects blood- relationship as a basis of humanity." (p.146)

پس جس جمہوری معاشرے کا تصور علامہ اقبال پیش کرتے ہیں۔ اس میں افراد کی ذاتی اہمیت اور حیثیت کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ نے اپنے خطبات میں over-organisation کو ان الفاظ میں رد کیا ہے :

"The ultimate fate of a people does not depend so much on organization as on the worth and power of individual men. In an over-organized society the individual is altogether crushed out of existence." (Reconstruction, p.151)

علامہ آگے چل کر لکھتے ہیں :

"Such a tendancy to over-organization by a false reverence of the past appeared in the 13th century and later in the world of Islam, and Imam Ibn-i-Taimiyyah (b.1263) showed a strong reaction against it." (151-52)

درحقیقت علامہ اقبال فرد اور معاشرہ میں ایک ایسا امتزاج چاہتے ہیں۔ جس کی اساس عدل، مساوات اور اخوت پر ہو۔ چنانچہ علامہ "رموز بے خودی" میں لکھتے ہیں :

فرد میگرد ز ملت احترام ملت از افراد می یابد نظام

پس اسلام کے نظریہ جمہوریت میں فرد اور ملت لازم و ملزوم ہیں۔ بلکہ معاشرے کا رول یہ ہے کہ وہ افراد کے جوہر کو اجاگر کرے۔ علامہ کے الفاظ میں :

فرد را ربط جماعت رحمت است جوہر او را کمال از ملت است

(رموز)

اگر ملت یا معاشرہ فرد کے جوہر کو اجاگر کرنے کا فرض ادا نہیں کرتا۔ تو ایسا معاشرہ علامہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ کیونکہ یہ فرد کی حیثیت اور اہمیت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ علامہ کے نزدیک ایسے معاشرے کی اساس کس شے پر ہے اور اس کی حدود و قیود کیا ہیں؟

علامہ کے نزدیک ایسے معاشرے کی اساس نسلی یا لسانی یا علاقائی بنیادوں پر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی اساس ہم خیالی (like-mindelense) پر ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

The innor cohesin of such a nation would consist not in either of geographical unity, not in the unity of language or social tradition, but in the unity of religious and political ideal; or, in the psychological fact of "like-mindedness."

"Political Thought in Islam.: " Thought & Reflections of Iqbal, (p.59-60)

علامہ آگے چل کر لکھتے ہیں :

"The membership of this nation would be determined by a public declaration of "like-mindedness", and would terminate when the individual has ceased to be like-minded with others." (ibid, 60)

ایسے معاشرے کی حدود کا ذکر کرتے ہوئے علامہ لکھتے ہیں :

"The ideal territory for such a nation would be the whole

earth." - (ibid)

حدیث نبوی ہے :

جعلت لی الارض کلها مسجدا" و طهورا"

یعنی ساری دنیا کو میرے لئے مسجد بنایا گیا ہے۔

ایسے معاشرے کا حصول اگرچہ مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں۔ اسلامی سیاسی آئیڈیل کا مقصد تو ایک ایسی ملت کا تصور ہے جو مختلف نسلوں اور قومیتوں کے آزادانہ ملاپ سے پیدا ہو۔
علامہ یہاں ایک Confederation کا تصور پیش کرتے ہیں جب وہ کہتے ہیں :

"... it is not incompatible with the sovereignty of individual states, since its structe will be determined not by physical force, but by the spiritual force of a common ideal." -(ibid)

ایسے معاشرے کو علامہ اقبالؒ "Kingdom of God on earth" کا نام دیتے ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک خط میں علامہ پروفیسر نکلسن کو لکھتے ہیں :

"The kingdom of God on earth means the democracy of more or less unique individuals, presided over by the most unique individual possible on this earth."

(A.J.Arberry, Eng. to Javid- Namh, Inter. p.11)